قیام امامؑ بزبان امامؑ

از جناب مولانا سید فدا حسین بخاری۔

حضرت امام حسینؑ کے قیام مقدس اور جہاد کربلا کے بارے سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں مقالے لکھے جاچکے ہیں جن میں علماء ے کرام اور محققین نے امام کے قیام پر روشنی ڈالی ہے اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ معصوم کے عمل کو کما حقہ تمام جہات سے سمجھنا ناممکن نہ بھی کہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔ جس طرح قرآن مجید کی تفاسیر اپنی تمام خوبیوں کے باوجود مطلب کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآن ناطق کے عمل کی تفسیر و توجیہ بھی وہی کرسکتے ہیں جو انہی جیسے ہوں یا انہی کے پروردہ ہوں۔ ہم جیسے کم علم کا امام کے عمل کی گہرائیوں کا ادراک کرنا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مختصر مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ خود امام حسینؑ کے خطبات اور مکتوبات کی روشنی میں قیام امامؑ کو سمجھا جائے، اس لئے کہ حسینی تحریک کے اہداف و مقاصد اور ہدف کی وضاحت خود امام حسینؑ سے بہتر کون کرسکتا ہے۔

جب امیر شام معاویہ بن ابوسفیان نے خلافت کو ملوکیت میں تبدیل کرکے موروثی بادشاہت کی شکل دے دی اور اپنے بیٹے یزید بن معاویہ کو اپنے بعد مسلمانوں کا خلیفہ قرار دیا اور اپنے دور میں اپنے بیٹے کی ولی عہدی کی بیعت لینے کے لئے مدینہ آیا تو حضرت امام حسینؑ، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابوبکر نے بیعت سے انکار کردیا، گو کہ ان شخصیتوں کے علاوہ تقریباً ساری مملکت کے قبائل اور اہم افراد بیعت کرچکے تھے۔

سنہ ۶۰ ھجری میں معاویہ کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا یزید مسلمانوں کا حکمران بن بیٹھا تو اس نے مدینہ کے گورنر کو امام حسینؑ سے بیعت کے لئے لکھا اور یہ بھی کہا کہ اگر حسین بیعت نہ کریں تو "لکن جوابك الی راس الحسین" ۔ تیرا جواب میری طرف حسینؑ کا سر پہنچنا چاہئے۔ خط ملتے ہی گورنر نے امام حسینؑ کو پیغام بھجوایا کہ مجھے دارالامارہ (گورنر ہاؤس) میں آکر ملیں۔ امام عالی مقام اپنے ہمراہ جوانان بنی ہاشم کے تیس افراد لے کر دارالامارہ پہنچے۔ گورنر سے ملاقات کے اکیلے اندر گئے۔ وہاں پر گورنر نے اچھے طریقے سے استقبال کیا اور یزید کا خط امام کے سامنے پیش کیا اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا (اور بھی باتیں ہوئیں، لیکن ہم فقط مقالہ کے عنوان سے مربوط باتیں درج کریں گے) تو امام نے فرمایا: "ایھا الامیر انا اھل البیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ۔۔۔" اے گورنر ہم نبوت کے اہل بیت ہیں اور رسالت کی کان ہیں۔ ملائکہ کی آمد و رفت ہمارے گھر میں ہے، اللہ کی رحمت کے نزول کا محل ہم ہیں۔ اللہ نے ہم سے ہی شروع کیا ہے اور ہم پر ہی ختم کرے گا اور یزید شرابی ہے، محترم انسانوں کا قاتل ہے۔ علانیہ فسق و فجور کرنے والا ہے۔ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا ہے۔

امام حسینؑ کے اس بیان کو جو آپؑ نے مدینہ کے گورنر ہاؤس میں دیا۔ نہایت واضح اور روشن ہے۔ اس میں آپ نے اپنی عظمت اور فضائل بیان کیے اور جس شخص کی بیعت کا مطالبہ کیا جارہا ہے اس کی کم ظرفی، پستی اور علانیہ فسق و فجور قاتل اور شرابی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ گویا یہ عالمی منشور ہے جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔ یہ بیان دے کر قیامت تک کے لئے واضح کردیا گیا کہ جو بھی حسینؑ جیسا ہوگا وہ یزید جیسے کی بیعت نہیں کرے گا۔ اگلے دن جب مروان نے دوبارہ مدینہ میں امام حسینؑ سے کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں، اسی میں آپ کی دنیا اور آخرت کی بہتری ہے تو آپ نے فرمایا: "انا للہ وانا الیہ راجعون وعلی الاسلام، السلام۔۔۔" ۔ آپؑ نے کلمہ استرجاع، کلمہ مصیبت پڑھا اور فرمایا کہ جب امت اسلامی کا سربراہ یزید جیسا ہوجائے تو پھر اسلام کو خدا حافظ کہہ دیں۔ فرمایا: میں نے اپنے نانا رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ابوسفیان کی آل پر خلافت حرام ہے اور جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اس کا پیٹ پھاڑ دو۔ اہل مدینہ نے اس کو منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پس اللہ نے امت کو یزید فاسق کی حکمرانی کے عذاب میں مبتلا کردیا۔

اس دوسرے بیان سے بخوبی روشن ہے کہ امام حسینؑ اپنے لئے کیا تکلیف الٰہی اور مسئولیت سمجھتے تھے۔ یزید کی حکمرانی کو وہ اسلام کی نابودی تصور کرتے تھے اور وہ آل ابوسفیان کی خلافت کو رسول اعظمؐ کی حدیث کی روشنی میں حرام سمجھتے تھے، لہذا انہوں نے ظالم اور فاسق فاجر حکومت کے خلاف قیام کا ارادہ کیا۔

امام حسینؑ نے مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا اور جب رسول پاکؐ سے خداحافظی کے لیے آنحضرتؐ کی قبر اطہر پر تشریف لائے تو اپنے پروردگار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اللھم ان ھذا قبر نبیك محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وانا

ابن بنت نبیک۔۔۔"۔اے میرے اللہ یہ تیرے نبی محمدؐ کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔اے اللہ ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ تو بہتر جانتا ہے۔اے پروردگار تو جانتا ہے کہ میں نیکی کو دوست رکھتا ہوں اور برائی سے مجھے نفرت ہے۔اے ذوالجلالِ والاکرام! میں تجھ سے اس قبر اور صاحب قبر کا واسطہ دیتا ہوں ، میرے لئے وہ راستہ اختیار فرما، جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا ہو۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ اور اس کے رسولؐ کی رضا کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے آمادگی کا اعلان کر رہے ہیں اور خداوند عالم سے دعا گو ہیں کہ مجھے اس راستہ کی راہنمائی فرما جس میں تیری رضا ہو۔امام حسینؑ خدا کی خاطر ہی ہدام کرنا چاہتے ہیں، اسلئے کہ وہ نفس مطمئنہ کی منزل پر فائز ہیں اور نفس مطمئنہ کے دل کا سکون اور اطمینان پانا اس بات کو لازم رکھتا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہو اور ہر قضا وقدر تکوینی ہو یا قضا وقدر حکمی اور امام حسینؑ نے ایسا کر دکھایا اور نفس مطمئنہ کے مصداق کامل اور اتم قرار پائے۔

امامؑ کے قیام کا بنیادی اور مرکزی نقطہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جس کو امام کی وصیت میں بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔امام حسین نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کو جو وصیت نامہ سر بمہر کر کے دیا، اس میں یوں درج ہے:"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔ فانی لم اخرج اشراً ولا بطراً۔۔۔"

"یہ وصیت نامہ ہے جسے حسین بن علی نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے حوالے کیا ہے۔حسین گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ، حق کی طرف سے حق کے ساتھ حق لے کر آئے اور یہ کہ جنت حق ہے، دوزخ حق ہے اور قیامت آنے والی ہے۔اللہ مردوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔میں اس لئے خروج (قیام) نہیں کر رہا ہوں کہ خود خواہی کروں یا شر اور فساد برپا کروں یا کسی پر ظلم کروں ، بلکہ میرا قیام اس لئے ہے کہ میں امر بالمعروف کروں ، لوگوں کو نیکی کا حکم دوں اور برائیوں سے منع کروں اور یہ کہ اپنے نانا رسول اعظمؐ کی سیرت وسنت کا احیاء کروں اور اپنے باپ علی کی سیرت پر چلوں۔پس جو کوئی میری اس بات کو قبول کرے وہ اللہ کی راہ کو قبول کرے گا اور جو میری اس بات کو رد کرے تو میں صبر واستقامت کے ساتھ آگے بڑھتا رہوں گا ، یہاں تک کہ اللہ تعالی میرے اور قوم کے درمیان فیصلہ کردے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔یہ ہے میری وصیت اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔اسی پر بھروسہ ہے اور اسی کی طرف پلٹنا ہے"۔

اگر اس وصیت نامہ پر غور کیا جائے تو امامؑ کے قیام کے مقاصد ہم پر واضح ہوجاتے ہیں۔امام حسین ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہتے تھے۔معاشرے میں سب سے بڑا منکر یزید کی شکل میں مسلمانوں کا نام نہاد خلیفہ جو رسول گرامیؐ کی سیرت ووصیت کو نہ صرف تبدیل کر رہا تھا، بلکہ سرے سے وحی کا انکار کر رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:

لعبت بنو ھاشم بالملک
فلا جاء خبر ولا وحی نزل
لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل

یہ تو بنی ہاشم نے ملک اور حکومت حاصل کرنے کے لئے یہ کھیل کھیلا تھا۔نہ کوئی آسمانی خبر تھی اور نہ وحی آئی تھی۔میں بھی اولاد خندف سے نہ رہوں اگر بنی احمد (آل رسول) سے اپنے مقتولوں کا انتقام نہ لے لوں۔

امام حسینؑ نے ان لوگوں (بنی امیہ) کے چہروں سے وہ اسلام کی نقاب اتار دی جو انہوں نے فتح مکہ اور زمانہ کی ستم ظریفی کہ ان کی خرافات بدعتیں اسلام کے احکامات کے طور پر پیش کی جارہی تھیں اور انہیں حقیقی اسلام سمجھا جارہا تھا۔اگر امام حسینؑ اپنی اور اپنے وفادار صحابہ کی عظیم قربانی نہ دیتے تو آج ان ظالم حکمرانوں کی عادات واطوار ہی اسلام قرار پاجاتیں اور حقیقی اور خالص اسلام کا نام ونشان نہ ہوتا۔

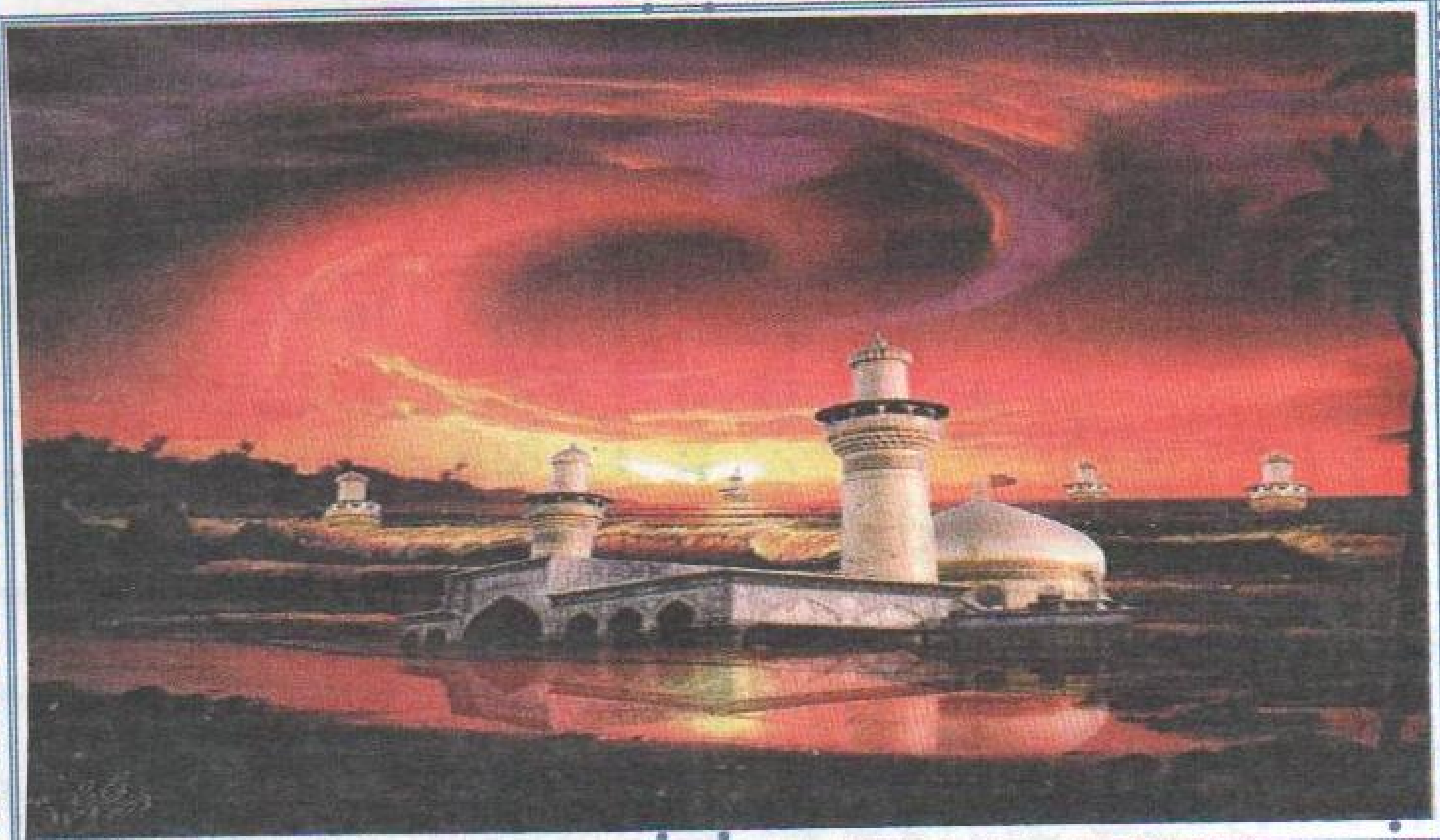

امامؑ نے اہل بصرہ کے نام جو خط لکھا ہے، اس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے:"اما بعد فان اللہ اصطفیٰ محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من خلقہ واکرمہ بنبوتہ واختارہ لرسالتہ ثم قبضہ۔۔۔"۔"اما بعد اللہ تعالی نے محمدؐ کو لوگوں میں سے چن لیا اور انہیں نبوت ورسالت سے سرفراز کیا۔جب انہوں نے اس عہدے کی ذمہ داریوں کو کامیابی سے سر کرلیا تو

اپنے پاس انہیں بلا لیا جبکہ ہم اس رسول کے اوصیائے اہل بیتؑ، ان کے

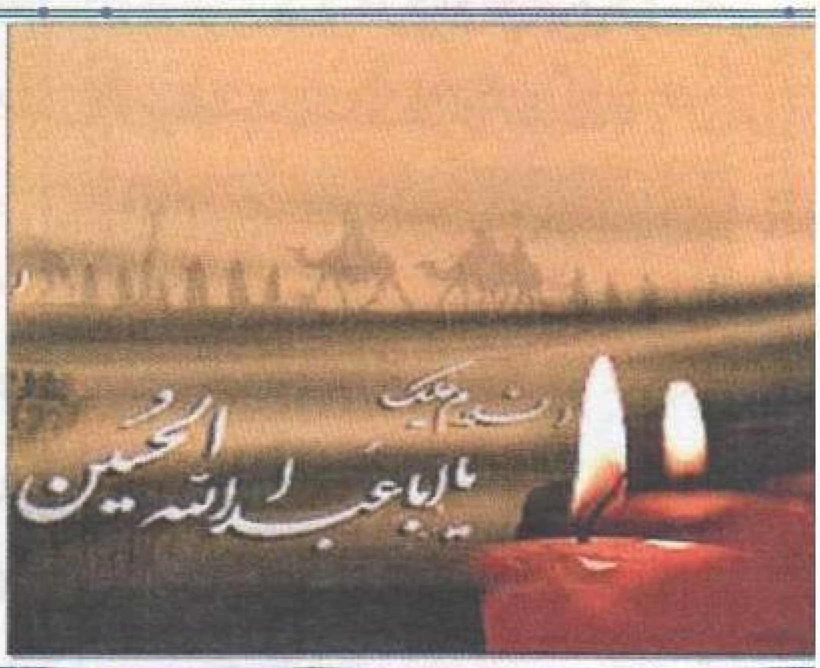

وارث لوگوں کی نسبت ان کے مقامات کے زیادہ مستحق تھے، لیکن لوگوں نے اس حق کو ہم سے چھین لیا اور ہم نے تفرقے اور اختلاف سے بچتے ہوئے خاموشی اختیار کی جب کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی حق ہے۔ اب میں اپنا نمائندہ اپنے خط کے ساتھ آپ کی طرف بھیج رہا ہوں اور تمہیں اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں، وہ سنت رسول جو مردہ ہو چکی ہے اور اس کے مقابلہ میں بدعتیں زندہ ہو گئی ہیں۔ اگر تم نے میری آواز پر لبیک کہا تو میں تمہیں ہدایت اور سعادت کی راہ پر لے چلوں گا۔ والسلام''۔

اس مکتوب میں امامؑ نے مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ خلافت ہمارا سب سے زیادہ حق ہے اور اللہ نے اپنی رسالت و نبوت کے لئے اور (ان مقامات) کے لئے چنا اور ان کے بعد اس منصب (خلافت الٰہیہ) کے لئے رسول پاکؐ کی جانشینی کے لئے زیادہ حقدار ہیں۔ میں تمہیں کتاب و سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم نے میرا ساتھ دیا تو تم سعادتمند ہو جاؤ گے۔

اسی طرح امامؑ نے کوفہ کے لوگوں کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں خط موصول ہونے پر جوابی خط لکھا اور فرمایا کہ تمہارے خطوط سے ظاہر ہو رہا ہے کہ تمہیں امام و رہبر کی ضرورت ہے۔ تو میں اپنے چچازاد بھائی اور اہل بیتؑ میں سے مورد اعتماد مسلم بن عقیل کو اپنا نمائندہ بنا کر تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔ یہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیں گے اور مجھے آئندہ کے بارے میں اور تمہارے بزرگوں اور اکابرین کی رائے سے مطلع کریں گے۔ امامؑ کے خط کے آخر میں فرمایا: ''فلعمری ماالامام الا العامل بالکتاب والاخذ بالقسط والدائن بالحق والحابس نفسه علی ذات الله''۔ مجھے میری جان کی قسم! امام وہی ہو سکتا ہے جو قرآن پر عمل کرنے والا، انصاف کرنے والا اور اپنے وجود کو اللہ کے راستے اور اس کی ذات کے لئے وقف کر دینے والا ہو۔

محترم قارئین یہ مختصر مقالہ ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ مزید طول دیا جائے۔ پس اتنی سی بات اجمالی طور پر عرض ہے کہ امامؑ کے قیام کے بنیادی محرکات یہ ہیں: ۱۔ بیعت سے انکار ۲۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ۳۔ کوفہ والوں کی دعوت کا مثبت جواب۔ البتہ اگر کوفیوں کی طرف سے دعوت نہ بھی ہوتی، تب بھی امامؑ قیام فرماتے، جیسا کہ امامؑ کی وصیت سے جو کہ ان کی دعوت سے پہلے لکھی گئی ہے سے ظاہر ہے۔ اور پھر امامؑ نے اپنی قربانی کی تکمیل اور اس کو نقطہ عروج تک پہنچایا تھا، جس کی ابتداء حضرت اسماعیلؑ سے ہوئی تھی اور قرآن نے جسے ''وفدیناہ بذبح عظیم'' قرار دیا تھا۔ یہ ذبح عظیم دس محرم سنہ ۶۱ ہجری کربلا کے میدان میں انجام پائی اور اسلام ہمیشہ کے لئے بقا پا گیا۔ بقول علامہ اقبالؒ:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین، ابتداء ہے اسماعیل